

۲۲.

عالمی دست

تفصیل

۱۱۰۹۱۵۱



گذراننده

امیرعلینخان خلف محمد علیخان جاگیردار

ویدگار محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی

پیدا کردن ساگر و مبارک است و هر چه در این باره می‌گوید طبعاً بی‌شک و بی‌شک است

دبیرهٔ آصفی

اخلاقی علمی تاریخی - ادبی مضامین کا ماهوار رساله

حسب الحکم

وزارت پناه قوت دستگاه میرزا آقا در بین السلطنه پیشکار و مدیر المباحث علی

فهرست مضامین

صفحه ۱۵	۱	مقام خان جهان صاحب	اخلاقی تسلیم نموده - مولوی محمد حسین
۲۰	۱۲	تاریخین غلطی - مولوی صدیق احمد صاحب	غزل - جناب اختر نینائی
۳۱	۱۳	اعلان خون - مهترم	غزل - جناب طویل
	۱۴	مهرم	

۶-۳۰ مجید ۱۳۰۵

مجموعه بیس علاقه پیشکاری حیدر آباد دکن سے بنایا ہوا

علمی دولت

دفتر نیر اعظم یکجہنسی مراد آباد سے طلبہ کیجئے

گنج شایگان - مردوں کے کمال قدیم شاہان ایران سے لیکر آج تک کو دنیا بھر کے بادشاہوں کی مہانتوں وغیرہ کے ہونے چاندی تانبے کے سکون کی دونوں رخوں کی تصویر حال - وطن مہیت اور ملکیت سے ملنے سلاطین ہندوستان و جلال الدین اکبر کے سکون کی دی گئی ہے جسے محض ان الفاظ پر دنیا بھر کے اوزان ناپ تول شروع نہایت سے اس وقت تک کی عجیب و غریب مفید باتیں ضخیمت میں لکھ کر دینے بند ہے جسے تاج و نشان - المعروف تاج الملوک و جلالہ کامل دنیا بھر کی سلطنتوں اور ریاستوں وغیرہ کے تاج و نشان قومی معرکے - پھر یہے مونوگرام وغیرہ کی اصلی تصویر و ہیئت مہمان کی رنگتوں کے دکھائی ہو جسے دستار و کلاہ تمام دنیا کی مختلف قسم کی گڑھی - ڈبئی کٹوپ - ڈوئلہ دکنی گریڈیان اربوں کی متفرق ڈبیاں - انگریزی - مردوں لڑکوں لڑکیوں اور لیڈیوں کی مختلف اوقات کی ڈبیاں - تماشہ والین کی ڈبیاں ان سب کو حالات و تصویریں - ۸ - مصباح الادب - ہندو ملک کے گہر معنی خیز اخلاقی حکایتیں شاعرانہ ہمعصر حافظ خیر ازی کے سنہ نامہ کار و ترجمہ دنیا کی سات اور زبانوں میں بھی اسکو ترجمہ ہو چکا ہیں سندن کو کتب خانہ انڈیا آفس میں موجود ہو عجیب چیز ہے ۸ - عدد و التیاریخ ملکہ رت پرنسپل تدریسی اسکی حد سے دو ہزار بیس تک کے تاریخی الفاظ فقرات - محاورات - ضرب الامثال آیات - حدیث - نام وغیرہ کئی لاکھ موزون ہر قسم کے تاریخی نامہ دج ہیں غیر کنز الطغرا مردوں نقش حیرت - قدیم و جدید ہر قسم کے تین سونامیاب طرب ایک ایک صفحہ پر تقطیع کلان ۳۸ - تذکرۃ السلوک طبع اور حکمت کو لئے ہوئے کئی ہر قسم کے تصوف کی تشریح کی گئی ہے ۸ - حسن الاذکار فی مناقب غوث الابراہیم حضرت غوث پاک کی مفصل سوانح عمری - کرامات - اور حالات - جسے مناسب مناسبت مجسمہ حقائق حادثات وغیرہ ۱۲

المشتہیں نیر اعظم یکجہنسی مراد آباد

مگر کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اگر ان کو اپنا شمار ہوتا جاتا تو وہ ماندگی اور تہکن جو گرمی کی شدت اور دُفوریاس سے پیدا ہوئی ہے کا فور ہو جاتی۔ مگر شوق نے اب حسرت کی صورت اختیار کر لی ہے اور یہ حالت ہے کہ پتا کھر کا اور ان کی نظر اُدھس کر لگا ہو گئی ایک ذرا آہستہ پائی اور اُدھر رُخ پھر گیا کبھی ہوا کے جھونکے انکی نگاہ کو اپنی طرف پھیر لیتے تھیں اور کبھی پرندوں کی پرواز انکو دھوکا دے دیتی ہے۔ مگر جس طرح ہر جاندار کا طبی اقتضا ہے کہ چاہے کتنی ہی یاس و ناامیدی میں گھر گیا ہو ہاتھ پاؤں ضرور مارتا ہی اُسی طرح یہ بھی بڑبڑا رہے ہیں۔ اور امید کے سہارے اور آس کی لگب پرقدم مارتے چلے جاتے ہیں۔ آخر انہوں نے اپنے مرکب تیز رفتار کو ہمیں لگایا اُسکی گہین ڈھیل کر دین۔ اُس نے بھی اشارہ پاتے ہی ہوا سے گرم کے جھونکوں کو اپنی گرجوشتی سے منسوب کرنا شروع کر دیا۔ شوق نے یاس کے دل بادل کو ہٹا کے آگے بڑھایا تو کچھ فاصلہ پر ایک غلٹ ناامیدی کو دور کرنے والی حوصلہ افزا شمع دکھائی دی۔ کیونکہ آدمیل کی مسافت پر انہیں ایک متحرک شے فطرتی اور دونوں کے چہرے مسرت کی کامیابی سے چمک اُٹھے یا تو مسند پر ہوا نیان چھوٹی تھیں۔ چہرا اُتر ا ہوا تھا یا یکایک پڑ مردہ کی کے عوض چہرہ پر رونق آگئی اور دونوں فرط مسرت سے اُچھل پڑے کہ اب لے لیا ہے۔

سچ ہے۔ آخر محنت کا بھی کوئی ثمرہ ہی ہوتا اور محنت بھی کون تاجداروں کی محنت جو ہزاروں جانوں کو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھتی ہے۔ بیشک اُن کی محنت بھی سب محنتوں کی بادشاہ ہے۔ دل میں سمجھے تھے کہ یہ شکار کی کشش ہے جو ہمیں اپنا شکار بنا کے کہینچے لئے جاتی ہے اسکی خبر نہیں کہ شکار فقط نہانا ہے۔ شکار کے بدلے یہ خود کسی کے دام محبت میں شکار ہونے والے ہیں۔ اور اس پر دے میں نقد بر کچھ اور ہی گل کھلانے والی ہے۔ اب انہوں نے گھوڑوں کی باگیں ذرا تنگ کیں۔ گھوڑوں نے بھی آہستہ آہستہ قدم بڑھانا شروع کیا اور اپنے ٹھہر ٹھہر کر چلنے سے کسی کے خزانہ

کا لطف دکھانے لگے۔ قریب پہنچے تو نٹکار کی نظر قریب اور دل خوش کن خیالی تصویر
 نظر سے غائب ہو گئی اور اس کے عوض کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھوڑا پر تکلف ساز و برا
 سے آراستہ ایک درخت میں بندھا ہوا ہے اور پاس ہی ایک سنان ٹیکرے پر کوئی
 شخص سو رہا ہے۔ ایسے سنان اور غفاک جنگل میں بہ نظارہ عجیب معلوم ہوا۔ طرح
 طرح کے خیالات دل میں گزرنے لگے۔ ایکسٹرا کو اور ریزن کا گمان ہوا مگر رحم دل اور
 بہادر بادشاہ کو یہ ہرگز گوارا نہ ہوا کہ ایک سوتے ہوئے شخص کو ہیبت کے لئے سلاؤ
 اب غور سے دیکھا تو یہ تماشا نظر آیا کہ ابر کا ایک ٹکڑا اس مومنو بہ شخص پر سایہ افکن
 ہے اور اُسے آغوش مادر کا مزہ دے رہا ہے۔ اس حیرت افزا نظارہ کو چند منٹ
 تک دیکھتے رہنے کے بعد بادشاہ نے دل میں خیال کیا۔ یہ کوئی اقبال منہ شخص ہے
 کیونکہ ایسے وحشت ناک جنگل میں بھی ابر کا ٹکڑا سر پر سایہ کر کے اُسکا چتر اقبال بنا ہوا ہے
 سیدنا عمر کو حکم دیا کہ اس خواب آلود مگر سیدار بجٹ شخص کو جنگل کے حال دریافت کرو۔
 حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور پوچھنے سے معلوم ہوا کہ وہ ایک فوجی اور آن پڑہ راجپوت
 ہے۔ نام قاجم سنگ ہے۔ اور باپ موضع دودر بر اضلع حصار کا ٹھاکر موتے راؤ چوہان
 راجپوت ہے۔ طرز گفتگو سے عالی حوصلگی اور بخیدگی ٹپک رہی تھی۔ اور اس جہالت
 میں بھی الفاظ کی برجستگی اور سلاست بادشاہ و وزیر کو حیران کئے دیتی تھی۔ اپنی
 ولدیت اور سکونت تباہی کے بعد اُس نے ظاہر کیا کہ مین نٹکار کی غرض سے گھر
 چھوڑ کر نکلا تھا۔ ساتھی اپنی ناواقفیت اور راہ کی ناہمواری کی وجہ سے ایک دوسرے
 سے چھوٹ گئے۔ اور بب کوئی آس پاس نہ رہا۔ اور نوعمری کی سادہ لوحی وحشت
 دل کو بڑھا رہی تھی کہ جوانی کی نیند نے ہجوم افکار سے نجات دلانے کے لئے اپنے
 آغوش میں سے لیا۔ فیروز شاہ نے ابر کے چتر اقبال کو فال فیروز می خیال کیا۔ اور
 اُس کی بات کو کانداز نہ کر سکا لہذا اگر اس شخص کو باضابطہ تعلیم و سبائے اور خاص شاہی
 مگرانی میں رکھا جائے تو مشاہیر عالم ست ہوگا۔ سیدنا صر نے بھی اس خیال کی تائید کی

ادھر نوجوان راجپوت نے بھی اس مہربانی کو منجملہ فتوحات غیبی تصور کیا۔ اور بادشاہ کو
 ہمراہ رکاب اس کے عارضی مستقر یعنی حصار میں پہنچا۔ موتے راوڑ رئیس و درویشوں کو
 بذریعہ فرمان واجب الافغان اطلاع دی گئی کہ تمہارا لڑکا قائم سنگہ ہمارے بیان موجود
 ہے ہم اُسے دہلی لیا کر اپنے اہتمام سے تربیت دینا چاہتے ہیں۔ تم نئی لفظ نہ مانو
 ہو کر اپنی مرضی سے مطلع کرو۔ موتے راوڑ گنگی پسر سے سخت متعارف تھا۔ مصر کے
 پردہ غیب میں ماہ کنعان کے جا چھبے کا نرم یقوب کو اس سے زیادہ کیا ہوا، ہنگامہ صرف
 صرف اس قدر تھا کہ یہاں بہت جلد خبر مل گئی تھی اور وہاں بدیر۔

فراق کا صدمہ دونوں کے شیشہ محبت بزرگ گراں تھا۔ اُس گم کردہ فرزند کو
 اس نوید آب حیات کا مزہ دیا۔ فوراً حصار میں حاضر ہو کر شرف باریابی حاصل کیا۔
 بادشاہ نے اپنے منصوبہ کا ذکر کیا اور اُس نے سر تسلیم خم کر دیا۔ دل میں سمجھا کہ
 اس میں خدا کی مصلحت ہے۔ لڑکا جو نہا ہے۔ یہاں نشوونما ہوگی تو سلطنت کے
 لئے قابلِ مکران اور باپ کے لئے باعثِ فخر ہوگا۔ آخر موتے راوڑ نے خلعت گراں بہا
 سے سرفراز ہو کر لخت جگر کو اپنے گلے لگا کر رخصت کیا۔ جدائی چاہے کتنے ہی کم
 زمانے کے لئے ہو اور اُس میں چاہے کیت ہی فائدوں کی توقع ہو مگر اُس کی گھر بستی
 رقت انگیز ہوتی ہے۔ دشمن کو بھی الگ ہو کر دیکھ کر دلیں درد ہوتا ہے۔ نہ کہ باپ بیٹے
 کی جدائی۔ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔

موتے راوڑ نے جذبات سے بھرے ہوسے سینہ اور دھڑکتے ہوئے دل کو
 کامیابی سے قابو میں لاکے اپنے موضعِ دہرہ کی راہ لی۔ اور کنور قائم سنگہ فیروز شاہ
 کے ہمراہ دہلی گیا۔

دہلی میں اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے زیرنگرانی سید ناصر مشہور اساتذہ مقرر کئے
 گئے قائم سنگہ نے اپنی ذہانت اور جودِ طبع کے باعث تھوڑے ہی زمانے میں
 مختلف فنون میں متدبہ و مستحکم حاصل کر لی۔ چنانچہ کنور قائم سنگہ کی فارسی اور عربی قابلیت

اس درجہ کو پہونچ گئی کہ مشکل مذہبی سائل میں رائے زنی کرنے لگا اور دینی معلومات میں بہت کچھ بصیرت حاصل کر کے سنیہ میں ڈنکے کی چوٹ کھہا دٹھا کہ میں مذہب اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ سید ناصر نے یہ سن کے اُسے فیروز شاہ کے دربار میں پیش کیا اور اُس کی استدعا ظاہر کی۔ آخر حسب اجازت شاہی یہ پابندی رسوم اسلام اُس نے تبدیل مذہب کیا اور اب وہ قائم سنگہ کے عوض قائم خان کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ قائم خان کو طالب علمی کے زمانے سے کوئی مہم سر کرنے اور میدان کارزار میں جو ہر شجاعت دکھانے کا شوق تھا اکثر سید ناصر سے پولیٹیکل امور کے متعلق دقیق سوالات کرتا اور تجربہ کار وزیر اُس طفل فوخیز کے دلفریب اور اہم سوالات سے محفوظ ہو کر اُس کی آئندہ اقبال مندی کا زیادہ معتقد ہو جاتا۔

دین اسلام قبول کرنے کے بعد سید ناصر نے جو قائم خان کے فہم و ادراک کی تعریف میں اکثر طب اللسان رہتا تھا بہ منظور شاہی اُس کو اپنا متنبی میا بنایا اور قائم خان دہلی آنے کے دس سال بعد ۱۳۲۷ء میں سید ناصر کا لاڈلا بیٹا بن گیا۔ کہتے ہیں کہ سید ناصر کے صلبی بیٹے اکثر قائم خان کو بدنام کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز وہ بیچارہ پریشان و ملول گھر سے نکل کے چلا تو اُس کا گذر ایک ایسے مقام پر ہوا جہاں حضرت قطب الاقطاب شیخ نور الدینؒ جو حضرت گنج شکر کے خلفاء سے تھے آب روان کے قریب تشریف فرما تھے قائم خان کو اس طرف سے جاتے دیکھ کر حضرت نے قریب بلا کے دریافت فرمایا کہ کون ہو اور کہاں جاتے ہو۔ اُس نے اپنی سرگذشت عرض کی اور سید ناصر کے بیٹوں کے اشتعال آمیز طعن بھی بارگاہ ولایت کے سامنے پیش کر دی۔ حضرت نے فرمایا تو اُسے جاکہ توہ ارج اعلیٰ طے کرے گا اور تو ہی حصار کا مالک ہوگا (صوبہ حصار اُن دنوں سید ناصر کی جاگیر میں تھا)۔

ہرتقی کی ایک حد اور ہر ابتداء کی ایک انتہا ہے۔ سید ناصر کا سفینہ عمر ساحل عدم کے قریب پہونچنا شروع ہوا۔ محنت سے یاس ہوئی تو بارگاہ خسروی میں عرض کیا کہ میں

اب دوسرے عالم کا راستہ اختیار کرنے کو ہوں لہذا التجا ہے کہ میری آخری تمنا کو بھی شرت قبول عطا ہو بادشاہ نے کہا بیان کرو۔ کیا تمنا ہے۔ عرض کیا کہ قائم خان وزارت کے عہدہ جلیلہ پر میرا قائم مقام بنایا جائے۔ بادشاہ نے اس کا وعدہ کیا اور فرمایا میرے والے کی آخری آرزو ضرور پوری کی جائے گی۔ جب سید ناصر نے اپنا نام ساکنانِ عدم کی فہرست میں درج کر دیا بادشاہ نے حسب وصیت سید ناصر قلند وزارت قائم خان کے سپرد کیا اور جاگیر صوبہ جھارکھڑ میں وزارت قائم خان کے زیر تصرف ہو گئی۔

قائم خان نے اپنے جہان مجازی باپ کے بعد نہایت لطف و کرم سے برادرانِ مجازی کی دلجوئی و دلجوئی کی۔ اب فائق و قابل وزیر نے ایسے جوہرِ قابلیت دکھائے کہ سلطان فیروز شاہ نے مستثنیٰ میں نظم و نسق سلطنت کی باگ اور کل اقتدارات اسی کے ہاتھ میں دے دیے۔

اُس زمانہ کی وزارت حقیقی وزارت تھی جس کے اختیارات بہت وسیع تھے اور فیروز شاہ کو یقین تھا کہ میرا دبر اور بہادر وزیر میری غیر حاضری میں بھی شیرازہ سلطنت کو ہرگز نہ بگڑنے دے گا۔

چنانچہ فیروز شاہ صوبہ بنگال کے باغیوں کی مدافعت کے لئے صاف آرا ہوا۔ اور دہلی میں وزیر سلطنت قائم خان کو اپنا قائم مقام بنا کے چھوڑ گیا۔ سریر سلطنت کو سربراہ کے قدم سے خالی دیکھ کے ایرانی مغلوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ انہوں نے اس موقع کو نہایت غنیمت سمجھا کیونکہ فوج کا بہت زیادہ حصہ دوسرے طرف مصروف کارزار تھا۔ اگر قائم خان جیسا نبرد آزما بہادر وزیر برسرِ کار نہ ہوتا تو بیشک انہیں نہایت ہی عمدہ موقع اور خالی میدان ہاتھ آگیا تھا۔ قائم خان کو جیسے ہی مغلوں کے ارادہ کی اطلاع ہوئی گھبریتے مڑ دی گئی۔ کیونکہ اُسے معرکہ آرائی کا مدت سے شوق تھا اور حریف کے حملوں کو فرد کرنے کے لئے تلا ہو بیٹھا تھا۔ فوراً باقی ماندہ فوج کو فراہم کیا۔ اور کب

ساتھ لے کر میدان جنگ کے طرف چل کھڑا ہوا۔ سامنا ہوتے ہی اُس نے ایسی
 واہ شجاعت دی کہ مغلوں کے منہ پھر گئے اور گرتے پڑتے اور اپنے سر
 ہارتے ہوئے بھاگے۔

اس پہلی فتح نے قایم خان کے جو صلے بڑھا دیے اور آزمائش کی بھٹی میں پڑتے
 ہی اُس کا جو ہر اصلی ایسی آب و تاب سے چمک اٹھا کہ نگاہین خیر و ہونے لگیں۔
 ۰ مزد و فتح منانے کے لئے قایم خان نے ایک غرضداشت جس میں حملہ کی کل
 کیفیت درج تھی پیشگاہ خسروی میں بھیجا بادشاہ اُسے ملاحظہ فرما کے سید خوش ہوا
 اور زیادہ خوشی اس امر کی تھی کہ اُس کا انتخاب محکم امتحان میں پورا اتر ااور وہ منظم
 و مدبر و زیر و حوصلہ کارزار میں بھی مرد میدان اور اعلیٰ درجہ کا سپہ سالار ثابت ہوا۔
 اس فتح کی یادگار میں اور نیز بخمالِ قدر افزائی خلعت گران بہا کے ساتھ خطاب
 نواب خان جہان مرحمت فرمایا۔ اور چند روز میں وہی سادہ لوح نوجوان قایم سنگد
 سے قایم خان اور پھر قایم خان سے نواب خان جہان ہو گیا۔

اڑتیس سال کی حکومت کے بعد جب ۹۴۰ھ ہجری میں فیروز شاہ بگلا لکی لڑائی
 سے واپس آیا تو اُس پر بیماری کا حملہ ہوا وہ اُس کی تاب نہ لاسکا اور اس کے سامنے
 سپر رکہ دی۔ مرض ہلک تھا۔ بڑھاپے کی طاقت مقابلہ نہ کر سکی۔ آخر مرضی الہی کے آگے
 سر جھکا دیا۔ اور حکم اِذَا جَاءَ الْبَحْثُ لَا يَنْفَعُكُمْ لَا يَنْفَعُكُمْ سَاعَةٌ وَلَا يَنْفَعُكُمْ سَفَرٌ آخِزْتُ كَمَا۔ اور
 ایوان شاہی سے نکال کے آغوشِ لحد کے سپرد کیا گیا۔

قبر کے سانچے میں سید ہو کر کہتی ہیں جوان آج کے دن وہ ہمارا بانی ہو گیا
 اب سلطان عیاش الدین تغلق سریرِ آرائے سلطنت ہوا۔ مگر پانچ سال اور تین
 دن ہی کی حکومت میں عارضی آرام و راحت سے ایسا سیر ہوا کہ دنیا سے جی ہٹ گیا۔
 اور موت کی طوفانی فیند کے مزے لینے لگا۔ اُس کا جانشین ابو بکر شاہ ہو اگر دیر ہی
 سال کی حکومت میں اُس کو بھی تخت خالی کرنا پڑا۔ اُس کی جگہ ۹۴۳ھ میں سلطان محمد شاہ

تخت نشین ہوا چہ سال سات ہینے فرمانروائی کی۔ اور ۹۹۷ ہجری میں اُس کے ہوش و حواس کے عناصر کو بھی بیماری نے منتشر کر ڈالا۔ اب علاء الدین وارث تاج تخت ہوا۔ یہ فرمان روا دیڑھ ہی ہینہ میں تخت سے تختہ تابوت پر لٹایا گیا۔ اُس کے بعد اس کا بھائی ناصر الدین محمود شاہ ستہ ہجری میں رونق دہا رنگ شاہی ہوا۔ سر پر شہر پارسی اتنے انقلابات دیکھے۔ مگر وزارت کی کرسی پر ہر عہد اور ہر زمانے میں نواب خلن جہان قایم خان ہی برقرار رہا۔

حیات کے طوفان خیز بحر موج میں کئی بادشاہوں کی کشتی عمر چند روز متلاطم رہ کر ساحل عدم پر پہنچ گئی۔ ایسے پُر آشوب زمانہ میں بدستور وزارت کے منصب جلیلہ پر ممتاز رہنا اور عاقلانہ تدابیر ملکی سے اُسکے اجزائے منتشرہ کی شیرازہ بندی کرنا رہنا۔ اور اُسے استواری و استحکام سے برقرار رکھنا اور پھر اپنے آپ کو بھی ہرزہ سے بچانے رہنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر مدد جتنی ایسی حسن تدبیر کو نواب قایم خان جہان کی ذات میں ودیعت رکھا تھا کہ وہ انقلابات دہر کی ہر دشواری سے مقابلہ کر کے کامیاب ہوا اور مال اندیشی و منصفانہ پالیسی نے برابر اس کا قدم مضبوط جمانے رکھا بعض مصاحبوں اور بنفس طے والوں نے اُس کو نیکو کامی اور بے وفائی کا سبق پڑھنا بھی چاہا کہ تخت نشینی کے لئے ایسا خدا واد موقع پھر نہ ہا تھا آئے گا۔ تم بہت کامیابی سے تخت پر قدم رکھ سکتے ہو مگر خان جہان نے جو وفاداری اور دیانت داری کی زندگی تصویر تھا ایسے ناپاک مشورہ پر عمل پیرا ہونے سے سختی کے ساتھ انکار کیا اور کہا کہ اصل سے خطائین۔ بہادری کی شان سے بعید ہے کہ من کا احسان اس قدر جلد بھگلا دیا جائے۔ یا ز قد رخ و شناس۔ اسی خاندان کی ہر بانوں نے مجھ کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہے یونانی کروں تو کس دل سے اور کیونکر؟

لیکن جب ستہ ہجری میں ناصر الدین محمود کے دروازہ پر کوس رحلت بنما طریح ہوا تو چونکہ وہ لاولد تھا لہذا اگر دو پیش والوں سے اپنی یہ تمنا ظاہر کی کہ خان جہان کو بلاؤ

تاکہ اُس سے آخری ملاقات کروں۔ اور بتا دوں کہ میرے بعد کون جانشین ہوگا۔ مگر اُس کے منکر ام غلام ملو خان نے جو محل میں بیدار سو رہا تھا اس آرزو کو پورا نہ ہونے دیا اسی قدر نہیں بلکہ بادشاہ کی اس تمنا کو کسی باہر واسے پر ظاہر بھی نہ ہونے دیا۔ اور جیسے ہی بادشاہ نے دنیا کو رخصت کیا انڈا اور باہر اعلان کر دیا کہ بادشاہ مرحوم مجھ کو اپنا قائم مقام مقرر کر گئے ہیں۔ اراکین سلطنت کو اُس نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور تخت نشین ہو کر اقبال شاہ لقب اختیار کر لیا۔ اس واقعہ کی اطلاع قائم خان تک پہنچی تو سخت برہم ہوا اور کہا میں اس خاندان کا نمک پروردہ ہوں۔ خاندان شاہی کی موجودگی میں ایک غلام کی اطاعت و انقیاد نہیں کر سکتا۔

اقبال شاہ نے روپیہ کامینہہ برسا کر اُس کے جوش و فدا داری کی آگ بھانا چاہی مگر وہ بھلا اُس کے بھائے بھجھ سکتی تھی؟

آخر زمانہ کارنگ خلاف دیکھ کے قائم خان دہلی سے اپنی جاگیر حصار کے طرف روانہ ہوا۔ اور فوج کے ایک کثیر حصہ نے بھی جو غلام کی تاج پوشی کو اپنے لئے مایہ توین سمجھا خان جہان کا ساتھ دیا۔ اقبال شاہ نے قائم خان کو باغی سمجھ کر تعاقب کیا اور دہلی اور حصار کے درمیان سخت لڑائی ہوئی نواب قائم خان کے ہمراہی دل کھو کر لڑے اور اقبال شاہ ناکام و نامراد واپس گیا۔ قائم خان حصار میں پہنچ گیا۔ یہاں قائم خان کو اپنی حفاظت آپ کرنی پڑی اپنی جاگیر حصار میں آزادانہ حکومت اختیار کر لی۔ قائم خان کے ایسے ایک وفادار اور حوصلہ مند وزیر کی عزت نشینی سے اقبال شاہ کو بھی نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا۔ دہلی میں ہر سرزمین سپی سودا تھا کہ غلام بادشاہ نہیں ہو سکتا اکثر صوبہ دار خود مختار ہو گئے اور سلطنت کی زنجیر کی بہت سی کڑیاں ٹوٹ گئیں۔

ان عام ناراضیوں اور بد نظمیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند ہی روز بعد خضر خان صوبہ دار ملتان نے ملو خان عرف اقبال شاہ کو قتل کر کے تخت سلطنت خالی کر دیا۔ اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ قائم خان کی موجودگی خضر خان کو بچپن کے ہوئے تھی ہر وقت اندیشہ نگار تھا تھا

کہ قایم خان کسی دن حملہ نہ کر بیٹھے آخر اُس نے اپنے پے سالار معز الدین گھون کی سپہ سالاری میں مصار پر فوج بھیجی اور حکم دیا کہ قلعہ فوراً خالی کر دیا جائے۔ اس کی خبر قایم خان کو پہنچی تو سن کے یہ دو ہار پڑا۔

کون کسی کو دیت ہر دین ہا کر کرتار جو تو کو دہلی دے مو کو دے مصار

اس کا سانو مسلم بہادر راجپوت ایسی ذلت بھلا کہ گوارا کر سکتا تھا جان بازی و سرفروشی پر آمادہ ہو گیا۔ اور جو میں گہنٹہ کی مسلسل معرکہ آرائی کے بعد قایم خان کی جوہر دار تلوار نے معز الدین کا سر تن سے جدا کر دیا۔ فوج بے سردار بھاگ، کھڑی ہوئی۔ اور اس شکست کے صدمے سے خضر خان کے دل پر سانپ لوٹ گیا۔ لیکن کسی مصلحت سے خاموش ہو رہا۔ معز الدین کے مارے جانے کے باعث قایم خان کی سلطنت بڑھ گئی۔ اور اطراف و جوانب کے جاگیر دار اُس کے حلقہ برگوش ہو گئے۔

خضر خان سمجھ گیا کہ جب تک قایم خان میری مدد نہ کرے گا یا قتل نہ ہو جائے گا اُس وقت تک میں چین سے سلطنت نہ کر سکوں گا۔ آدمی چالاک تھا۔ ایک دوستانہ خط قایم خان کے نام لکھا اور گزشتہ بدسلوکیوں کے بابت معافی چاہ کر اور انہما رخلوص کو کے کچھ ایسے دلکش الفاظ میں انہما دوستی کیا کہ قایم خان نے اسکو سچ باور کر لیا۔ اور ملتان میں اگر اُس سے ملاقات کی جہاں وہ نون نے لکھ بہت سے کشتوں کو سیدھا کر دیا۔ اُس زمانہ کی چھوٹی چھوٹی فتون میں ایک یہ ہے کہ قایم خان نے ناگور پر جو دہپور کا ایک ضلع ہے راٹھوروں سے معرکہ آرا جنگ کی۔ وہاں کے راجہ چونڈا کو قتل کیا اور قلعہ پر پنا قبضہ کر لیا۔ باہمی ربط و ضبط اس قدر بڑھ گیا تھا کہ قایم خان خضر خان کے ساتھ دہلی میں آیا۔ مگر خضر خان کا سیاہ دل قایم خان کی طرف سے اب تک صاف نہ ہوا تھا۔ ملائکہ میں ایک دن وہ کینہ پرور ریاکار قایم خان کو ساتھ لیکر پیادہ پاجنہ کے کنارے سیر کر رہا تھا۔ کہ سیر کرتے ہی کرتے اچانک تلوار کینچ کے قایم خان پر نبردہ حملہ کر بیٹھا۔ اور مارا تھہر ہی اُسے جہاں میں ڈکیل دیا۔ بھادو قایم خان کی یہ حالت تھی کہ سوتے میں بھی تلوار پر سے ہاتھ نہ ہٹاتا تھا۔ پانی میں گرنے کرتے تو لہر کینچ لی

مگر حریف پر حربہ نہ کرنے پایا تھا کہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسکی
 لاش جمنائن اُبھری تو یانی پر بہتی جاتی تھی اور اُس کے پہلو میں شمشیر آبدار چمک رہی
 تھی۔ پانچ سات کو س تک یہ مشہور تلوار برابر چمکتی اور بہتی چلی گئی۔ اور آخر بھر قتل کے
 قعر میں غائب ہو گئی۔ اس منظر نے بہتوں پر اثر ڈالا۔ اور دہلی بھر میں ہر زبان پر اسی کا
 تذکرہ تھا۔ چنانچہ اس سے مرعوب ہو کے خضر خان نے جو میوں کو بلوایا اور اس کا
 سبب دریافت کیا انہوں نے پیشین گوئی کی کہ اس شخص کا نام آپ تو دینلے سے ملانا
 چاہتے ہیں مگر اُس کی نسل بہت بڑھ چکی۔ اور اُسکی اولاد جری و بہادر ہوگی۔ پیشین
 گوئی اب تک صادق آرہی ہے لینے آج قائم خان کی نسل جو قائم خانی پٹھانوں کے
 نام سے مشہور ہے قنداکیشتر میں موجود ہے روز بروز اُس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور
 اس گئی گذری حالت میں بھی صداقت جان ناری زبان کی پابندی ایسے جوہر میں
 جو اس قوم کی خصوصیات میں سے ہیں۔

یہ چمن یون ہی رہے گا اور ہزاروں جانور
 اپنی اپنی بویان سب بول کر اڑ جائیں گے
 (ہمارا ارادہ ہے کہ ہم قائم خان اور قائم خانی پٹھانوں کے سربراہ دگان کی
 مکمل لائیف قریب میں شائع کریں۔ خدا کرے کہ یہ ارادہ بہت سے ارادوں کی
 طرح ارادہ ہی نہ رہے)

احمد علی خان (قائم خانی) خلف نواب محمد علی شاہ جاگیر دار و آریزی و محشر چوہدری
 مددگار نظم جمعیت دہر کٹی صفائی حیدر آباد دکن

تاریخ مین غلطی

مشر دکن مین رحلت نواب حسن الملک کی تاریخین چھپی ہن جس شمس العلماء
نواب عزیز جنگ بہادر و لا کی تصنیف ہن۔ ایک مادہ تاریخ یہ ہے
ہادی انقوم یضل الخبۃ

اس مین جنت کی ہاے مفتی کے خیال تاسے نو قانی چار سو عدد لئے گئے مین یہ در
ہنہن ہے۔ تاریخ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حرف لکھا جاتا ہے۔ وہی تاریخ مین محبوب
ہو تہے۔ اگر کوئی نظیر اس کلیتہ کے خلاف پائی بھی جائے تو جمہور کا علم در آمد اسکو
تسلیم نہین کر سکتا۔ دوسری تاریخ ولادت شہزادگان بلند قبائل مین ایک مصرعہ یہ فرمایا ہے۔
لی ہے نعمت عظمیٰ مرے آقا کے نعمت کو

آقا کے نعمت بمعنی جلسہ ہے۔ آقا کے ولی نعمت یا آقا کے خداوند نعمت کہنا چاہئے
یعنی وہ آقا جو صاحب نعمت ہے۔

امید ہے کہ جناب شمس العلماء نواب صاحب بہادر ان غلطیوں کی تصحیح
فرمادین گے تاکہ شاعروں کو مغالطہ نہ ہو۔

امید ہے کہ جناب شمس العلماء نواب صاحب بہادر نے جو تاسی دورہ کے چار سو عدد لئے
ہن گمان نہین کیا جاسکتا کہ یہ جدت کسی سن کی بنا پر نہ ہو۔ یقین ہے کہ نواب صاحب
بدلائل اس کو ثابت فرما کر شعر کو مزید معلومات کا موقع دین گے۔

یہ صیح ہے کہ آقا کے ولی نعمت کہنا صحیح ہے لیکن آقا کے معنی اگر صاحب کی
لئے جائیں تو آقا کے نعمت مین کیا قباحات ہے جیسے ولی نعمت ویسا ہی آقا کی نعمت
البتہ اس صورت مین مجھ کے استعلا پر نظر ڈالنی ہوگی۔ اسلئے کہ علی العموم آقا کا لفظ
سردار اور سرپرستی کے معنی مین مستعمل ہے۔

اعلانِ نون

رسالہ صلیح سخن نمبر ۱ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۳۸۷ء میں یہ بحث دیکھی کہ حالتِ عطف و اضافت میں اعلانِ نون ناجائز ہے مگر زبانِ نون پر بعض الفاظ جیسے نام و نشان لفظِ بیان وغیرہ اعلان کر سکتے ہیں یہ قابلِ لحاظ ہے، اسلیکے زبانِ قاعدہ پر غالب ہوئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ زبانِ قاعدہ پر غالب ہوتی ہے مگر عرصہ ہر جا سے مرکبِ نون لفظِ اہل ایران کو دیکھا کہ بول چال میں آہنا۔ جاہنا اور ایسے میسون الفاظ کو اعلان کے ساتھ ادا کرتے ہیں مگر کلام میں نہیں آتا اور اکثر اہل عرب کے لہجہ میں قاف کی جگہ گان پایا جاتا، مگر وہ قابلِ اعتبار نہیں ہوتا۔

یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عطف و اضافت کی حالت میں اعلانِ نون کو جو قاعدہ ناجائز بتاتا ہو اسکی وجہ کیا ہو۔ یہ ہے کہ جس لفظ میں نون کا اعلان کیا جاتا ہے وہ اس تصریفِ اردو کا لفظ ہو جاتا ہے اس لئے کہ فارسی میں اعلانِ نون نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فارسی و اردو الفاظ کی اس ترکیب کو قاعدہ جائز نہیں کر سکتا مثلاً آب و دانہ میں و نون لفظ فارسی میں اگر دانہ کو دانے کہیے تو اردو ہو جائے گا اور پھر و عطف ناجائز ہوگا یا تو آب دانے کہنا پڑیگا یا آب اور دانے اس کے بعد اتنی بحث اور باقی رہتی ہے کہ فارسی و اردو الفاظ کا میل عطف و اضافتِ فارسی کے ساتھ کیوں ناجائز ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اہل زبان کسی غیر زبان کا لفظ لیکر اپنے الفاظ میں شامل کرتے ہیں تو پھر اپنا ہی عطف و اضافت لگاتے ہیں اس زبان کے عطف و اضافت کو نہیں لیتے جبکہ لفظ لیتے ہیں فارسی میں عربی الفاظ تو بکثرت لئے گئے ہیں ہندی لفظ بھی خال خال آگئے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ ترکیب دینے میں اضافتِ عربی فرس چالاک کہیں یا بطفِ ہندی پان اور گل کہیں اپنی ہی ترکیب کے مطابق فرس چالاک اور پان و گل کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا

عرب میں فارسی لفظ شامل ہوتا ہے تو فارسی اصناف و صنف سے الگ ہو کر شامل ہوتا ہے
پس اس کلیہ کے موافق لازم ہوا کہ ہم اردو اور فارسی الفاظ کو معطوف و معطوف الیہ
یا مصناف و مصناف الیہ بنائیں تو اپنا عطف اور اپنی اصناف داخل کریں یعنی نام اور نشان
اور بیان کا لطف کہیں۔
بطلان

ہم

ریویو اخبار مشرق گورکھپور

یہ اخبار گورکھپور سے مفت میں ایک بار نکلتا ہے۔ ریاض الاخبار چونکہ لکھنؤ میں منسلک
ہو گیا ہے اس لئے ضرورت تھی کہ گورکھپور سے کوئی دوسرا اخبار مقامی ضروریات نیز
ملک و قوم کی خدمات کے لئے جاری کیا جائے۔ حکیم برہم صاحب جو پہلے ریاض اخبار
کے بھی ایڈیٹر تھے اس جدید اخبار کے مالک و ایڈیٹر ہیں جن کا نام ہی اخبار کی عمدگی کی
صناعت ہے کیونکہ وہ ہندوستان کے مشہور انشا پرداز اور ملک کے سچے
ہمدرد ہیں۔ اس اخبار میں جہاں دیگر اخباری مقاصد پر جامعیت کے ساتھ نوٹ لکھی
جاتے ہیں وہاں انجمن رنگ۔ طبابت۔ تازہ نظائر قانونی کے لئے بھی ایک صفحہ مختص
کر دیا ہے۔ یہ ایسے مضامین ہیں جن کی ضرورت ہر ایک طبقہ کو ہوتی ہے اور
ہم کو امید ہے کہ یہ اخبار پبلک میں نہایت ہر د عزیز ہو گا۔ حکیم برہم صاحب ملک کے
آن قابل فخر لوگوں میں ہیں جو ہندو مسلمان قوموں میں اتفاق کے ساعی اور ہر ایک
مسئلہ میں ملکہ کام کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ان کا تجربہ وسیع۔ ان کی تحریر زور دار
ان کی وقت بہت ہے پس ہم کو امید ہے کہ پبلک اخبار کی خریداری سے صاحب
موصوف کی ہمت افزائی کرے گی اور ان کی تحریروں کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائیں
مشرق کی قیمت سالانہ لکھ ہے۔

زبان۔ الحمد و ٹمپرس گاسٹ

یہ ان رسالوں کے نام ہیں جو ہمارے دفتر میں وصول ہوئے ہیں زبان
ماہوار رسالہ جو دہلی سے نکلا ہے۔ اس کا پہلا نمبر ہم کو وصول ہوا ہے۔ مضامین
کی حیثیت سے اگرچہ پہلا نمبر اعلیٰ درجہ کا نہیں کہا جاسکتا لیکن اگر آئندہ گوشش
کی گئی تو امید ہے کہ وہ بھی اپنے لئے جگہ پیدا کر لے گا۔ اس رسالہ کی کھائی پھیلانی
اور کاغذ کی نفاست زمانہ کے مثل ہے۔ ایک فوٹو بھی دیا جاتا ہے قیمت چار سالانہ۔
الحمد و تصوف کے مسائل پر بحث کرتا ہے۔ لاہور۔ محلہ سادھو ان کے نمونہ
منگنا کر ناظرین مطالعہ کریں۔ قیمت سالانہ چار ہے۔

ٹمپرس گاسٹ چار برس سے نکل رہا ہے۔ اس کے مقاصد سے کون ایسا
شخص ہے جو اختلاف کرے۔ ڈیکل ہال امرتسر سے باہتمام منشی مندرعل صاحب
ماہانہ شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ صرف چار ہے۔

صادق الاخبار ریواڑی

ریواڑی ضلع دہلی نے صادق الاخبار اگرچہ عرصے سے نکل رہا تھا مگر حال میں ایک
اہم انقلاب اس کے انتظام میں ہوا ہے۔ یعنی اخبار چار سو سو اگر وہ بھی اس میں
شامل کیا گیا اور سید گل شاہ صاحب اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں جو
ریاستوں کے معاملات میں خاص تجربہ رکھتے ہیں اور کج کل ریاست
جے پور کے اندرونی انتظامات کے نقالیں دکھا رہے ہیں۔

ارمغانِ حوالی

اس کتاب میں فشی مالک راؤ صاحب جاگیر دار نے ان اخلاقی نصیحت کو جمع کیا ہے جو بیدار نے راجہ دھرت راشت کو کی تھیں۔ اگرچہ وہ خاص مذہب کے اصول پر لکھی گئی ہے لیکن اخلاقی تعلیم سے ہر ایک مذہب کا شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے فشی مالک راؤ صاحب حیدر آباد کے جاگیرداروں میں غنیمت ہیں جو کہ علمی مذاق رکھتے اور ہمیشہ تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ کتاب قاسم پریس حیدر آباد کن سے بقیعت مرلتی ہے۔

ذکر حبیب

فشی محمد شفیع الدین خان صاحب نے ایک مختصر مضمون دولت خداداد افغانستان اور موجودہ امیر کی نسبت تحریر کیا ہے جس کو حاجی محمد عبدالرشید صاحب تاجر کتب مراد آباد نے کتابی صورت میں چھپوایا ہے اور اسکی قیمت ۲ روپے کی ہے جو لوگ دیکھنا چاہیں تاجر موصوف سے طلب کریں۔

مجاہد خاتم النبیین بن حیان آفرینش۔ یہ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور تھنید و پوائنٹ قبول میلاد شریف ہے جواب سب اظہارِ اہتمام کی چھپوایا گیا ہے اور حدیث ہے کہ جو کہ لطیفین غیر مطہرہ عقیدین وہ بھی شریک کردی گئی ہیں۔ قیمت ۸ روپے موصول۔ صنم نیاہ عشق۔ یہ حضرت مرحوم کا عاشقانہ دیوان تخلص ہے مستغنی عن عمدہ کاغذ اور نفیس چھپائی کے ساتھ کردار کا لطیف لایا گیا ہے شائقانِ سخن طلب بین جلدی کریں قیمت ۵ روپے کاغذ کاغذ

المستتر۔ (مستتر) دیدہ و آسنی افضل گنج حیدر آباد دکن

اخلاقی تعلیم

اککافریاکل فی سبعتہ امعاء و المومن فی امعی واحد (حدیث)

استانی۔ زینب۔ اور فاطمہ کی باہمی گفتگو

(نمبر ۲)

زینب۔ اس کے پہلے حرص کی بُرائی آپ نے بیان فرمائی تھی مگر آج بھی کوئی ایسا ہی مفید مضمون بیان کیا جائے۔

استانی۔۔ بیٹی حرص کا مضمون ہی ایسا وسیع ہے کہ اس کو جتنا بیان کرو اتنا ہی تھوڑا ہے۔

فاطمہ۔ حرص کی سوئی ہوئی ایسی مثالیں دیجئے کہ ہماری سمجھ میں اسکی بُرائی آجائے۔
استانی۔ یوں تو انسان بالطبع دنیا کی ہر بات میں حرص ہے مگر سب سے زیادہ دو باتوں کی حرص ایسی ہے جو بچوں میں بھی معلوم ہو سکتی ہے اور اکثر لوگوں میں ظاہر ہوتی جاتی ہے۔

زینب۔ وہ دو باتیں کونسی ہیں۔

استانی۔ حلق اور شرمگاہ کی جگھ۔ بس انہیں دوسور اخون کی لذتوں کی حرص میں انسان تباہ ہوتا ہے۔ اگر کسی نے ان دونوں لذتوں سے ضرورت کے موافق فائدہ اٹھایا تو غالباً جنتی ہے ورنہ دوزخ کے بڑے کشادہ راستے انہیں دوسور اخون سے شروع ہو رہے ہیں۔ اور ان کا آخری گناؤں جہنم کے گڑے تک پہنچتا ہے۔

فاطمہ تو کیا کھانے اور شرمگاہ کے مزدن میں دوزخ کی آگ چھپی ہوئی ہے۔ اور ان کا حرص دوزخی ہے۔

استانی۔ بے شک اگر دونوں کے استعمال میں پورے اعتدال کو محفوظ رکھیں گے تو

ضرور دنیا اور دین دونوں خراب ہو جائیں گے۔
فاطمہ - کیا یہ بات سچ ہے کہ کافر زیادہ کھاتے ہیں اور مومن کم۔
اُستانی - بہت ٹھیک ہے۔

زینب - واہ اُستانی جی واہ - ہم تو آج کل مسلمانوں کو بھی کھانے پینے کا بڑا حرص پاتے ہیں ہمارے مومن جان تو انگریزوں کی دیکھا دیکھی چہرہ دقت کھاتے ہیں اور میز پر خدا جانے چھری کانٹے سے کیا کیا چیزیں اڑاتے ہیں۔

فاطمہ - ہن خدا خدا کرو - چہرہ دقت کون کھا سکتا ہے - یہی تو تمہاری ٹگوڑی داہیات باتیں ہیں۔

زینب - نہیں آپ سے سچ کہتی ہوں - چہرہ دقت کیا بلکہ کبھی ہر دو دو گھنٹے کی کھانے لگتے ہیں۔

اُستانی - یہی تو ٹگوڑی حرص ہے کہ جب انسان کھانے کا حرص ہو تو بکریوں اور بکریوں سے بھی بدتر ہو گیا آنٹھوں پھر منہ چلانے لگا - خدا بچائے اسی کھانے پیسے کی حرص کہتے ہیں۔

فاطمہ - نہیں اُستانی جی - کوئی ایسا آدمی ہو گا جو دو دو گھنٹے میں کھائے اور پھر جتنا پیچھے مجھے تو چہرہ دقت کھانے کا بھی یقین نہیں پٹ کیا ہو اگر عیار کی زنبیل ہو۔
زینب - اگر نہیں یقین نہیں آتا تو میرے گھر آؤ - میں تمہیں دکھا دوں گی۔
اُستانی - ہو گا - یہ انگریز بھی نو دن رات میں چہرہ سات دفعہ کھاتے ہیں - عادت سے کوئی تعجب نہیں۔

فاطمہ - اچھا تو ہمیں یہ بتاؤ کہ کھانے کے وقت کیا ہرین - اور وہ کیا کیا کھاتے اور کتنا کھاتے ہیں۔

زینب - وہ - ہن - صبح کے چار بجے پٹنگ ہی پر لیٹے لیٹے منہ ہاتھ دھوئے بغیر ایک چوڑے کا شوربہ پی لیتے ہیں - پھر چہرہ بچے اٹھ کر چینی کے کوٹڑے میں جو نیزہ ہر

ہوتا ہے۔ جانور دن کی طرح منہ ڈال کر دھوتے ہیں اور پھر بن سنور کر میز پر آتے ہیں تو بٹلر توس۔ لکٹ اور سکے۔ جلیبی۔ خشک و تر میوے اور کافی پیش کرتا ہے۔ وہ انڈر رکھے تھوڑا تھوڑا سبھی میں سے کچھ کھاتے ہیں۔

فاطمہ۔ تھوڑا ہو کر بھی تو زیادہ ہی ہوگا۔

استانی۔ چلو کہنے دو بھلا پھر کب کھاتے ہیں۔

زمینب۔ دس بجے حاضری کھاتے ہیں جس میں کنکس۔ مرغ کا گوشت۔ ترکاریاں۔ غرض کہ پانچ طرح کے سالن اور دو ایک طرح کا میٹھا پڈنگ وغیرہ ہوتا ہے۔ پھر ۲ بجے ٹفن کا وقت ہے جس میں کچھ کباب۔ توس وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ۵ بجے لکٹ اور چائے پی جاتی ہے آٹھ بجے رات کو ڈنر ہوتا ہے جس میں کئی طرح کا انگریزی کھانا۔ سوڈا اور کبھی کبھی شراب بھی ہوتی ہے۔

استانی۔ بھلا کچھ ٹھکانا ہے۔ یہ کہو کہ دن رات شکم پرستی ہی میں مصروف رہتے ہیں۔ کھو بی بی اتنے کھانے پر کبھی خدا کو بھی یاد کرتے ہیں۔

زمینب۔ میں نے تو کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ محتاج دروازے پر آتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ گھوم پکڑ کر نکال دو۔ خسر دفتر کو پڑانے قصے کہانیاں بتاتے ہیں۔ نمازیوں اور پریزنگاروں پر قہقہے اڑاتے ہیں میں کیا کہوں استانی جی وہ تو مذہب ہی کو خرافات خیال کرتے ہیں۔

استانی۔ خدا رحم کرے۔ زیادہ کھانے سے یہی حال ہوتا ہے۔ دل سخت ہو جاتا ہے سوچنے سمجھنے کی قابلیت نہیں رہتی خدا کی عبادت سے نفرت ہو جاتی ہے۔ نفس امارہ یا شیطان کے کاموں میں دل کو رغبت ہوتی ہے۔ ناپ تاشون ناکون اور شراب خانوں میں جانے کو جی چاہتا ہے۔ یہ ب اسی کثرت سے کھانے کے نیچے ہیں۔

فاطمہ۔ میں آپ کی اس بات کو نہیں مانتی۔ کما س قدر کھانے سے انسان کی عقل چلی جاتی ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ انگریز جن کی پیروی ہمارے نئی روشنی کے مردوں کرتے ہیں ضرور

بر عقل - بدخلق - سخت دل - بے رحم - تارک الصلوٰۃ ہوتے حالانکہ ان باتوں کے خلاف ان میں پایا جاتا ہے اور عقل کا تو یہ حال ہے کہ آج اور قوموں سے تو سب باتوں ہی میں بڑے بڑے مانے جاتے ہیں۔

اُستانی - بٹی تو سمجھی نہیں۔ میں جو کہتی ہوں وہ سچ ہے۔ گریہ بال سے زیادہ باریک بات ہے۔ اس کو تو غور سے سمجھ سکتی ہے۔ ذرا سوچ تو پھر تیری سمجھ میں یہ بات آجائے گی۔

فاطمہ - آپ ہی سمجھائے میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ انسان زیادہ کھانے پینے سے بد عقل ہو جاتا ہے۔ میں تو یہی دیکھتی ہوں کہ جو لوگ زیادہ کھاتے رہتے ہیں وہی زیادہ فوس اور بہت زیادہ کام کرتے ہیں اور کم کھانے والوں سے جسمانی کمزوری کی وجہ سے عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔

اُستانی - پہلے تو انگریز ان چہ وقتوں میں کم کھاتے ہیں اور وہ بھی اتنا کہ دوسرے وقت بھوک لگے، اس لئے سوا وہ جسمانی اور دماغی کام بھی زیادہ کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں زیادہ مقدار کی ضرورت ہوتی ہے مگر ان میں بھی جو لوگ خدا پرست اور فرشتہ خلعت پہنتے ہیں وہ بہت ہی کم کھاتے ہیں۔ مانک اور مہنتوں کے کھانے کو دیکھو وہ کس قدر کم اور سادی غذا کھاتے ہیں اور رات دن خدا کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

فاطمہ ان کے تمام مرد و عواہ دنیا دار ہوں یا دیندار ہوں سب اتوار کے دن گرجا میں جا کر نماز پڑھتے اور اپنا قرآن مینی انجیل سنتے ہیں۔ اگر زیادہ کھانے سے عبادت الہی کی طرف سے بے فوہی پیدا ہوتی تو کیوں یہ عام لوگ گرجاؤں میں وقت کی پابندی کے ساتھ جاتے ہیں۔

اُستانی - انگریزی قوم کے عوام اتوار کو گرجا میں جانے کو بھی ایک طرح کی تفریح سمجھتے ہیں۔ سیم صاحب فیشن اینڈ پاپر کے ہیں۔ اور ہاتھ میں ایک چھوٹی سی خوبصورت بائبل لیکر جاتی اور عبادت کی رسم ادا کر لیتی ہے۔ بھلا یہ کوئی عبادت ہے۔ دنیا داروں کی

عبادتیں بھی تو کھیل کود سے زیادہ وقت نہیں رکھتیں۔

زینب - استانی غلامات ہمارے امیر اور دولت مند مردے تو جمعہ کو بھی مکہ مسجد میں نہیں آتے اور نماز کا نام بھی نہیں لیتے۔ ان سے تو انگریز بہترین کہ رسم کے طور پر ہی گرجا میں جا کر نماز پڑھ آتے ہیں اور اپنی قومی مذہب کا خیال رکھتے ہیں۔

استانی - دنیا دار دن کا خدا تو کھانا پینا اور حظوظ نفسانی ہے جن کی وہ پرستش کرتے ہیں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کوئی خدا کا رستہ ڈھونڈتا ہے اس کو سب سے پہلے کھانے میں کمی اور سادگی اختیار کرنی چاہئے۔ اور جو لوگ خوب پیٹ بھر کے کھانا کھاتی ہیں وہ ضرور شیطان کے دام میں گرفتار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ حدیث شریف میں کہا گیا ہے کہ کافر پیٹو اور مومن کم خوراک ہوتا ہے۔

فاطمہ - کم کھانے میں اس کے سوا دیکھا فائدہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کمزور کر دے۔

استانی - نہیں بیٹی۔ بھوک سے کم کھانے میں اتنے جہانی اور روحانی فائدے ہیں کہ اگر تم سوگی تو آج ہی سو پیٹ بھر کھانا چھوڑ دو گی۔

زینب - میری اچھی استانی جی۔ ضرور بیان فرمائے اگر ہم لوگ خدا کے رستہ پر گناہیں گے تو آپ کو ثواب ہوگا۔

استانی - میں تو کوئی نیک کام ثواب کے لئے نہیں کرتی۔ مجھے تو ہمیشہ اس سے خدا کی خوشنودی مقصود رہتی ہے کیونکہ اس کے بندوں کی خدمت عین اس کی خدمت ہے۔ فاطمہ - خیر یوں ہی ہی۔ آپ اسی غرض سے ہمیں کم کھانے کے فوائد بتائیں۔

استانی - تلمذ اکثر دن اور شبوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کم کھانے سے غذا اچھی طرح ہضم ہو کر خون بنتی اور جزو بدن ہوتی ہے اور زیادہ کھانے سے فضلات جسم میں بہت پیدا ہوتے ہیں جن سے طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔

زینب - تو کیا موٹے آدمی جیتے کم ہیں۔

استانی - بے شک جو لوگ خوب تن تن کے روغنی اور شیریں کھانا کھایا کرتے ہیں وہ اکثر

جہلک امراض کے شکار ہو کر ملک عدم کے راہی ہو جاتے ہیں۔

فاطمہ۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ امرا و بادشاہ و وزرا ایک بھی نہ موجود ہوتے۔ اور غریب اور محسوس اور فقیر آدمی بہت عمر تک جیتے۔

اُستانی۔ نبی ایسا ہی ہے۔ امیر و نادر تارک الدنیا اور متقی پرہیزگار و ن کا اوسط دریافت کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ امریکی عیروں کا اوسط پچاس سال سے زیادہ نہیں ہوتا اور اہل اللہ اور متقی اشخاص جو ضرورت سے زیادہ روٹی نہیں کھاتے اور لذیذ اور عمدہ کھانوں سے پرہیز کرتے ہیں اور مقدار غذا کو بہت ہی گھٹا دیتے ہیں ان کے عیروں کا اوسط ڈھائی سو برس تک ہے۔ اس سے تم کو معلوم ہوا کہ خوب پیٹ بھر کر کھانے۔ غرے دار چیزوں کے استعمال کرنے سے انسان زیادہ نہیں جی سکتا۔

زینب۔ ہماری بوٹہ سی وادیان اور نانیان تو یہی کہتی چلی آئی ہیں کہ بچوں کو خوب ٹھونس ٹھونس کر کھلاؤ۔ چکی مین جتنا کول ڈالیں گے اتنا ہی آتا نکلے گا۔

اُستانی۔ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ اگلے وقتوں کی عورتیں جاہل تھیں اس لئے وہ یہ غلط خیال رکھتی تھیں اور بچوں کو خوب کھلا کھلا کر بچپن ہی سے انکی تندرستی خراب کر دیا کرتی تھیں۔ **فاطمہ**۔ اُستانی جی آپ نے تو میری بات کا جواب ہی نہیں دیا۔ میں یہ بھی پوچھتی ہوں کہ مرغن اور شیرین اور لذیذ کھانوں سے کیا کیا جہلک امراض پیدا ہوتے ہیں۔

اُستانی۔ اکثر موٹے موٹے امیر و ن کو جو حفظ نفسانی کا غذا میں زیادہ خیال رکھتے ہیں اور دن میں چہ چہ وقت کھانے کھاتے ہیں ذیابیطس کی بیماری ہو جاتی ہے اور پھر ظن کا پھوڑا لگتے ہی وہ زمین کا پیوند ہو جاتے ہیں۔ برص ان کے غریبوں اور سیکسٹون میں ایسی بیماری کا نام بھی نہیں سنا جاتا۔ اسی طرح اگر بہت سخت عارضے ہیں جو امیر و ن ہی کو عیش و عشرت کی وجہ سے ہی ہو کر تے ہیں اور غریب ان سب سے اپنی مغلسی کے باعث محفوظ رہتے ہیں۔

زینب۔ کیا کم کھانے سے طاقت جاتی رہتی ہے۔

اُستانی بالکل غلط ہے۔ کم کھانے سے تو بڑی طاقت آتی ہے، کیونکہ کم خوری سے بیاریا کم ہوتی ہیں اور صحت کی وجہ سے پوری طاقت رہتی ہے۔
 فاطمہ۔ اُستانی جی ہم یہ سمجھ گئے کہ کم کھانے سے بدن کی صحت قائم رہتی ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے عقل اور روح کو کیا فائدہ ہے پہونچتے ہیں
 زینب۔ کیا سارے موٹے آدمی کم عقل ہوتے ہیں اور تمام دبے پتلے عقلمند۔

اُستانی۔ میں اس بار سے میں کوئی کلی قاعدہ تو نہیں کہتی۔ مگر دو طالب علموں کو لو اور ان سے ایک کو خوب عمدہ عمدہ شیریں اور روغن کھانے پیٹ بھر کر کئی دفعہ دن میں کھلایا کرو اور ایک کو دو وقت سادسی غذا بھوک سے کم دیا کرو اور پھر ان دونوں کا پٹہنے لکھنے میں امتحان لو۔ یہ کم کھانے والا طالب علم زیادہ کھانے والے موٹے طالب علم سے کہیں ذی فہم۔ تیز عقل اور محنتی پایا جائے گا کیونکہ جو شخص کی حیوانی قوتیں کم ہوں گی اور موٹے میں ان کا غلبہ ہوگا اور خطا ہر ہے کہ جن لوگوں کے قواسی حیوانی غالب ہوتے ہیں انکی عقل اور روح کمزور ہوتی ہے۔

فاطمہ۔ یورپ سے تو ہمارے بھائی بند جو پڑھ لکھ کر آتے ہیں ان میں اکثر موٹے تازا اور خوب کھانے پینے والے ہوتے ہیں مگر ان کی عقلیں علم کی وجہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔

اُستانی۔ میں سب کی نسبت تو بدگمانی نہیں کرتی مگر باوجود علم حاصل کرنے کے بھی جو یورپ سے تعلیم پا کر آتے ہیں وہ اکثر کھانے پینے اور قواسی حیوانی ہی میں مبتلا ہونے لگتے ہیں مگر ہمارے پڑانے زمانہ کے عالم اور مولویوں میں علم کے ساتھ برہیز کاری کا بھی جوہر تھا اور یہی وجہ ہے کہ یورپ کی تعلیم پا کر بھی وہ کوئی نمایاں کام نہیں کر سکتے۔ اور گزشتہ زمانہ میں ہمارے قوم کے اہل علم بڑے بڑے فلاسفر اور مصنف ہو کر آتے تھے اور قوم کے رہنما بنتے تھے۔ صرف کھانے پینے کی احتیاط نے ان میں اس قدر فرق پیدا کر دیا تھا۔

زینب - لیڈر اسے تو بہرہ انگریزی کا افظ منہ سے نظر رہنہا کیا، اثر لوگوں پر پڑتا ہے۔

اُستانی - بڑا اثر پڑتا ہے یوں سمجھو کہ ایک تالاب سے بہت سے نل جاری ہیں تو اگر تالاب کا پانی میٹھا ہوگا تو تمام نلون اور حوضوں کا پانی بھی شیریں ہوگا اور اگر سرشتہ کا پانی تلخ ہوگا تو تمام نہروں کے پانی کی بھی یہی کیفیت ہوگی۔ اسی طرح قوم کے سردار رہنا۔ بادشاہ۔ مرشد کا بھی یہی حال ہے۔ اگر بادشاہ یا مرشد راہ راست پر ہے تو اسکی رعیت اور پیرو بھی اسی راستہ پر ہیں ورنہ رہنما کی گمراہی سے لوگوں بھڑائی آتی ہے۔ فاطمہ - اس نازک بات کو کسی ایسی مثال سے سمجھائے جو ہمارے ذہن میں پورے طور سے بیٹھ جائے۔

اُستانی - دیکھو بادشاہ کی طرف سے سپاہی لڑتا ہے اور اپنے بھائی کو مارتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہوتی۔ سپاہی میں صرف بادشاہ کا غصہ مقدّر سربا کر جاتا ہے کہ وہ اپنے بے گناہ ہم جنس کو قتل کرتا ہے۔ یہ بادشاہ ہی کے غصہ کا اثر ہے کہ ایک لشکر دوسرے سے لڑتا ہے۔

زینب - ہم دنیا میں کیوں پیدا ہوئے ہیں۔

اُستانی - خدا کے وجود کی گواہی دینے کے لئے۔

فاطمہ - میں آپ کی بات کو اچھی طرح نہیں سمجھتی ذرا صاف طور سے بیان فرمائے۔ اُستانی - دنیا قاضی کی عدالت ہے اور یہاں جو آتا ہے وہ گواہ ہے۔ اس لئے گواہ کا اتنا ہی فرض ہے کہ وہ قاضی کے محکمہ میں اپنی گواہی دے اور اپنی قیام گاہ کو واپس چلا جائے۔ اگر کوئی گواہ عدالت کی دہلیز ہی پر بیٹھ جائے تو احمق نہیں تو اور کیا ہے۔

زینب - گواہی کس بات کی۔

اُستانی - میں ابھی کہہ چکی ہوں کہ خدا کی گواہی دے اور عدالت سے رہائی پائے۔

فاطمہ - میں کبھی نہیں سمجھی کہ گواہی سے کیا مطلب ہے۔

اُستانی - بیٹی تو بڑی کند فہن ہے۔ ارے وہی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تصدیق کرے اور دنیا سے نجات پا کر چلا جائے۔

زینب - اہ اُستانی جی واہ۔ ہم تو روز صبح کو منہ دہوتے وقت کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو کیا ہمارا گواہی ختم ہو چکی۔

اُستانی - بیٹی۔ منہ سے کہہ لینے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تمہارے اعمال اور اقوال سب اس کلمہ کی تصدیق کریں تو گواہی پوری ہوگی۔ یوں تو کافر بھی پڑھ لیتے ہیں تو کیا اس سے اُن کی نجات ہو سکتی ہے۔

فاطمہ - پھر اور کس طرح سے کلمہ کی تصدیق کی جائے۔

اُستانی - اس کے تصدیق کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا اور کسی کو حاجت روا رزق دینے والا موجودہ اور تمام افعال پر قادر اور ہر چیز کا خالق بنجانے اور اپنی تمام امییدیں اُسی سے وابستہ رکھے۔ اُس کے سوا کسی سے التجا نہ کرے۔ یوں تو سب ہی زبان خدا کا نام لیتے ہیں اور امیروں کو اپنا حاجت روا جانتے ہیں اور دولت و حکومت کی پریش کرتے ہیں۔ مگر خدا پرست ان سب چیزوں کو بے جان سمجھتا ہے اور کسی شخص میں کوئی طاقت نہیں جانتا۔ اُس کے نزدیک خلق مردہ اور خدا زندہ ہے دنیا داروں کے نزدیک اہل دنیا موجود اور خدا غائب ہے۔

زینب - اگر کوئی شخص دنیا میں آکر خدا کی گواہی نہ دے اور دنیا کے اُلٹ پھیر میں پڑا ہے تو کیا اُس کی نجات نہ ہوگی۔

اُستانی - ہرگز نہیں۔ اس کو دنیا سے کبھی نجات نہ ملے گی اور اگر ہندوؤں کا آدما گون کا سُلہ مان لیا جائے جس کو ہمارے بعض بزرگان دین نے بھی صحیح جانا ہے تو اس کے بار بار دنیا ہی میں اپنے خواہشات اور شہوات کے لحاظ سے مختلف صورتوں میں بدلا ہونا پڑے گا۔

فاطمہ - اُستانی جی۔ اگر کوئی عورت کپڑے اور زیورہ کی حرص میں موی ہے تو اس کا

کیا انجام ہوگا۔

استانی۔ انجام تو خدا ہی جانے مگر اس آواگون یا تنازع کے مسئلہ کے اعتبار سے دو موریا طوطے یا تلی کی صورت میں آئے گی اور پھر جب تک اچھے کاموں کے ذریعے انسانی صورت تک ترقی نہ کرے گی کبھی کلمہ شہادت کی گواہی دینے کے لائق نہ ہوگی۔ اور نہ کبھی نجات پائے گی۔ بیٹی میں نے جو اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے تو وہ تمہارے سمجھانے کے لئے تھا جو غیب عورت کو کیا معلوم ہے کہ تنازع صحیح ہے یا برنخی میں رہنے کا مسئلہ صحیح ہے۔ اگر تم اس میں زیادہ تحقیق کرنا چاہتی ہو تو کسی مولوی۔ عالم سے دریافت کرو۔ زینب۔ میں سنتی ہوں کہ ایک قسم کا تنازع ہمارے بزرگوں نے بھی مانا ہے۔ کیا استانی جی آپ نے بھی کسی کتاب میں اس کا اشارہ پایا ہے۔

استانی۔ بیٹی۔ مجھے حضرت مولانا رحم کے دو شعر یاد ہیں۔ ان سے البتہ یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر دنیا کی محبت میں کوئی مرے گا تو اُس کو پھر دنیا ہی میں آنا پڑے گا اور جب تک خدا کی محبت پیدا نہ کرے گا اس قید ہستی سے رہائی نہ ہوگی۔

فاطمہ۔ ذرا ان شعروں کو بھی پڑھیے۔ ہم بھی تو سن لیں۔

استانی۔ پہلا شعر یہ ہے ۵

ہم جو سبزہ بار بار روئیدہ ام

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

اس شعر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی روح سیکڑوں قالب بدلتی ہے۔ دیکھو شعر چیم

تانا بدہی آن گواہی اے شہید

تو ازین دہلیز کے خواہی رہید

اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک آدمی اس دنیا میں کلمہ توحید کو عملی طور سے سمجھ نہ لے گا اور خدا کی وحدانیت کا اقرار قول و فعل سے نہ کرے گا۔ اس دنیا سے رہائی نہ ہوگی۔

یعنی بار بار میں تانا پڑے گا۔

زینب - اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب تک کلمہ کا اقرار نہ کر دیں گے گا نہیں۔
استانی - اگر ایسا ہی ہو، تو جو لوگ مومن نہیں ہیں وہ نہ مرتے۔ حالانکہ مرتے ہیں اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد پھر اسی دنیا کے جہانۂ مین واپس آنا پڑے گا۔
فاطمہ - تو بڑی اچھی بات ہوگی کہ پھر ہم اپنے گھر واپس چلے آئیں گے اور امان - بابا
سے ملیں گے۔

استانی - نہیں بیٹی۔ تو بے اگر اعمال خراب ہوئے تو ہمیں بندوں - کتوں - سورون وغیرہ
کی شکل میں آنا پڑے گا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ مارواڑی اپنے بزرگوں کا کھانا کتوں کو
کھلاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کتوں کی صورتوں میں جنم لیا ہے۔
زینب - استانی جی - یہ مارواڑی مر کر کتے کیوں ہو جاتے ہیں۔

استانی - اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی دولت ہی سے محبت رکھتے ہیں اور اسی کے
خیال میں مرتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ دنیا جیفۃ و طالبہا
کلاب یعنی دنیا دار چیز ہے۔ اور اس کا طلب کرنے والا کتا ہے اس لئے دنیا کے
طالبوں کی صورتیں مرنے کے بعد کتوں کی شکلوں میں بدل جائیں گی۔ اللہ بچائے۔

فاطمہ - تو اب معلوم ہوا کہ جو کوئی جس خیال میں مرتا ہے اس کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔
استانی - بڑی سچی بات ہے اور یہ اس حیثیت سے بھی ثابت ہے کہ تم شہر احنا س
علی من احب - یعنی جس چیز سے انسان محبت رکھتا ہے اس کی صورت پر اٹھا جاتا ہے،
زینب - اگر ایسا ہے تو ہم پھر کون خدا کے ساتھ محبت پیدا نہ کریں۔ جو اس کے
پاس سید ہے پہنچیں۔

استانی - اسی واسطے تو تمام مذاہب اور ملی مخصوص صوفیہ کرام کی یہ تعلیم ہے کہ
آدمی کو خداوند تعالیٰ کا عشق پیدا کرنا چاہئے۔ دین اور دنیا میں بھی بڑی دولت اور مسکن
فاطمہ - خدا کے ساتھ کیونکر عشق پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم نے تو اُسے دیکھا بھی نہیں۔ اور بڑیر
دیکھ کسی سے محبت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سب سے پہلے تعارف ضرور ہے۔

اُستانی - محبت کے لئے کچھ دیکھنا ضرور نہیں۔ سننے سے بھی محبت پیدا ہو سکتی ہے۔
چنانچہ ایک مستند شاعر کہتا ہے کہ

نہا عشق از دیدار خیزد
بسا کین دولت از گفتا خیزد

اگرچہ ہم نے حضرت رسول خدا صلعم کو نہیں دیکھا مگر اُن کے اوصاف سننے سے
اُن کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ دیکھو یہ لاکھوں مہمان جو تیرہ سو برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں
کس طرح صرف حضرت کے اوصاف ہی سُکر ان کے والد و شہداء ہو گئے ہیں۔ اور ان کے
لئے اپنی جانیں تک نثار کر سکتے ہیں۔

زینب - اُستانی جی - سچ ہے مجھے تو انہی تقریر سے اطمینان ہو گیا۔ ضرور خدا سے بغیر پیدا
کے محبت ہو سکتی ہے۔ مگر میں چاہتی ہوں کہ کوئی بات اور ایسی بیان کچھ جس سے کامل یقین ہو جا
اُستانی - بیوی بہت تو کہہ سکتی نہ تھی۔ مگر اب کیا کیا جائے۔ بغیر کہے بھی تو چارہ
نہیں۔ صاف بات تو یہ ہے کہ ہماری روح میں خدا کا نور موجود ہے اور تم جانتی ہو کہ جو
اپنے دل کی طرف میلان ہوتا ہے اس لئے انسان کی روح میں فطرۃً خدا کے ساتھ محبت ہے
مگر نفس دنیا کے کاموں میں آدمی کی توجہ کو بٹا لے رہتا ہے۔ اس لئے وہ خدا کی
سے غافل رہتا ہے جب وہ دنیاوی تعلقات کو کم کر کے عبادت و ریاضت اور عبادت
دل لگانا ہے تو یہ خدا کی نور جو باہر سے دل میں چمک رہی کے برابر ہے روشنی دینے
لگتا ہے اور آخر کار خدا کے ساتھ عشق کامل پیدا ہو جاتا ہے اور عشق کے بعد پھر تو وصل
کا مرتبہ ہے۔ جس کو میں بیان نہیں کر سکتی جس کو وہ نصیب ہے اس کے کیا کہیں
گو یا خاک سے ہوش پر ہوش گیا۔

فاطمہ - واہ اُستانی جی خدا آپ کو زندہ رکھے۔ آج عشق حقیقی کے معنی سمجھ میں آئے
میں تو دنیا پر لات مار کر اب تو خدا ہی کی طرف متوجہ ہوتی ہوں۔ دودن کی زندگی کو کیوں دنیا
کی محبت سے خاک میں ملاؤں۔ ہمیشہ کی زندگی کیوں حاصل نہ کروں۔ خدا تو اس

لکھا گیا۔ اگر دونوں جہان کی بادشاہت مجھے دیجائے گی تو قبول نہ کروں گی۔
 اُستانی۔ خدا مبارک کرے۔ میری تقریر کا مال حاصل ہوا۔ مگر بیٹی خدا کی خباب میں
 بہت رونا اور گریہ و زاری کو اپنا شعار بنانا کیونکہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ لَوْ يَفْهَمُ
 قَلِيلًا وَلَيْسَ كَثِيرًا اَوْ رِجْ تَوْبَةٍ ہے کہ جب دل میں عشق کی آگ بھڑکی ہے تو اس کو
 بجز آنکھوں کے پانی کے اور کون تسکین دے سکتا ہے۔ عاشقوں کو دیدہ تر ضروری
 نہ ہے۔ مگر نمونہ بیٹی ایک اور بات کہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا کے راستہ میں شیطان پتہ
 بڑا نہر نہ ہے اور وہ بڑے بڑے عاشقوں اور زاہدون کو فریب دیتا ہے۔ اس لئے
 سب سے پہلے کسی مرشد کامل کو تلاش کر دو اور پھر اس کی مرید ہو کر طریقت کی راہ اختیار
 کرو۔ بغیر اُستانی کے کوئی کام درست نہیں ہوتا مگر آج کل کی بے باز مشائخ سے بھی بچتی
 رہنا جو ترک دنیا کے بھیس میں دنیا کی امان بنے ہوئے ہیں اور مریدوں کو اپنی
 اسیابت میں بہرے میں لے کر شہر سے بھاگنے کے اور کیا حاصل ہوگا۔
 فاطمہ۔ پیرا۔ اب جو کچھ ہو رہا ہو۔ بقول شاعر مصرع عشق میں تیرے کو غم سر پر لیا جو ہو سو ہو۔
 اب زہرا کی طرف متوجہ ہوتی ہوں۔ اگر وہ چاہے گا تو خود میری ہدایت کو لئے
 میرے گھر پر بھیج دے گا۔ اور آپ کے پاس تو ہمیشہ آتی رہوں گی۔ لیجئے اب بندی
 رخصت ہوتی ہے۔

محب صین

باقی آئندہ

از جناب اختر مینائی

جیسے تھکے غریب کو منزل کی ہرزو
دیکھو نکل نہ جائے کہیں دل کی آرزو
دل چھوڑ کر گئی نہ مگر دل کی آرزو
دیکر قسم اٹھاتی ہے منزل کی آرزو
ناتقے کی جستجو ہے نہ محفل کی آرزو
جو آرزو جسگر کی وہی دل کی آرزو
ہائے کو رہ گئی مسر کا دل کی آرزو
پوری ہوئی نہ طوق و سلاسل کی آرزو
کیا اچھی آرزو ہے مرے دل کی آرزو
گو شمع ہوں مگر نہیں محفل کی آرزو
رہرو کو جیسے رہبر کا دل کی آرزو
خلوت کی آرزو ہے نہ محفل کی آرزو
پٹی ہوئی ہے دل بزمی دل کی آرزو
ہے ساتھ ساتھ صاحب محفل کی آرزو
لفظ کی ساتھ جان کے نسل کی آرزو
کچھ رہ گئی نظارہ قاتل کی آرزو
باقی رہی نہ کوئی مرے دل کی آرزو

بسل کو یوں ہے کوچہ قاتل کی آرزو
چھلنی بنا رہے ہو مرے دل کو تیرے
آفت نہیں ہوئی کہ قیامت نہیں ہوئی
تھک کر جو بیٹھ جاتے ہیں راہ طلب میں ہم
مجنون کو محویت ہے یہ لیلیٰ کی یاد میں
دونوں یہ چاہتے ہیں کہ تم پر نثار ہوں
آئے نہ تم کبھی مرے آغوش شوق میں
وحشت و وحشی کہ قید میں دو دن نہ رہ سکا
جب تک رہوں جہان میں تیری آرزو رہی
کوٹھے میں بیٹھ کر مجھے جتنا پسند ہے
مشاقی یوں ہے جانِ حنین تیغِ ناز کی
وہ جس طرح ملے ہیں ملنے سے کام ہے
دل توڑتے تو ہو مگر اتنا رہے لحاظ
صحرایں رہ کے قیس کو وحشت ہو کس لیے
نظارہ رو بہ یار کا ٹھہرا ہے دیر تیغ
چشمِ شہید ناز ہے اب تک کھلی ہوئی
اسے بھائیں کس زبان سے ترا شکر ہوا دا

اختر شربِ فراق کی کیا بکلی کہوں
یاد دل شریکِ حال تھا یاد دل کی آرزو

از جناب جلیل

رنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکان دل میں
 میں تو خوش تھا کہ ہوے خیر سہواں دل میں
 خلش تازہ کا ہر دیر سے ارمان دل میں
 درد دل اُس بُت بیدار دے آگے کھنکھ
 کعبہ و دیر میں دوڑاتے ہو دھوکے و دیکر
 دستِ قاتل کا نہ سہل سے علاقہ چھوٹے
 عاشقِ زلف کو خلوت بھی جی خلوت گویا
 زخم کے چور سے یہ چور نہیں کم قاتل
 ہم جو کہتے ہیں کہ دل دیکے نہیں پیمانے
 ہر جہ در کان نمک رنٹ نمک نہ آخر
 آج موقع ہے کہ ہوتیر سے ترکش خالی
 مل کے اختیار سے جس نو مجھ پرین کیا
 جیسے طائر کو ہو محبوبِ نشین اپنا
 بھول گئی نہیں احسان تری آنکھوں کا
 دو نون پر خون میں سمجھ میں نہیں آتا قاتل
 گھر میں اللہ کے اندر ہر یہ بُت کہتے ہیں
 قاتل کر کے جو ہیں آج بہت جش بر جلیل

ولہ

اس سے پہلے تو لکھتے تھے نہ ارمان دل میں
 خون کا نام نہیں اب تو مری جان دل میں
 خوب و ناز و ادا سے ہیں خرامان دل میں
 رو گیا ہو نہ کہیں ٹوٹ کے پیکان دل میں
 شک اگر ہو تو مجھ کو دیکھئے پیکان دل میں
 میں سمجھتا ہوں کہ چلتی ہیں یہ پھر پان دل میں

کیون میں چاہوں کہ تون کا رہے ارمان دلیں
 یار درخانہ و اگر وہ جان میگردیم
 اپنے آرام کا پہلو کوئی دیکھا ہوگا
 ہم تو معشوق کو اس گھر میں چھپا رکھتے ہیں
 دل کے جلنے سے مجبور نہیں بن جاتے
 درہم داغ ہے لاد گمشدہ نازان
 مے گیا دغ جذباتی کا ہر اک گل اس کو
 کوہ میں بکبک درسی دشت و چمن میں طاؤس
 اور تو کوئی مکان یا رکے رہنے کا نہیں
 بے تکلفانے نہ ہوئی بات کوئی قاتل کی
 وہ جو چٹکی سے چھڑکتے ہیں نمک زخموں پر
 جا بجا یا رنے جاسوس لگا رکھے ہیں
 بھولی صورت پہ تمہاری مراد دل آیا تھا
 جی میں ہے شج کو اُس بُت کی دکھا دوں
 اے دیکھ نہ سنے خون کے پیانے نشتر
 دُور قاتل ہے دوزنگی کا سنانے والا
 میں یہ کھتا نہیں محفل میں بٹھا دُج کو
 ایسے دیرانے میں ہو سکتی ہو کیا دُپسی
 دل انسان میں عجب جلوہ نظر آتا ہے
 روز بگڑے ہوئے تیور نہیں دیکھ جاتے

اُسے فانی ہوں جو تھوڑا سا ایمان دل میں
 جان ہے گرم تلاش اور رہے جانان دل میں
 رہ گیا ٹوٹ کے قاتل سے بویکان دل میں
 راز الفت ہے جو ہوتا نہیں پہچان دل میں
 اسکو روتا ہوں کہ تھا زلیات کا سامان دل میں
 ایسے سکے ہیں ہزاروں مری ویران دل میں
 آج بیل لئے پھرتی ہے کھستان دل میں
 اور وہ سر و خرامان ہے خرامان دل میں
 کبھی ہوتا ہے تو ہوتا ہے دُہان دل میں
 تیر چٹکی سے چلا اور متباہان دل میں
 جی میں آتا ہے کہ رکھ دوں میں نکدان دل میں
 اشک آنکھوں میں جگمگاتے ہیں ارمان دل میں
 کیا خبر تھی کہ بھرے بیٹھے ہو چھریاں دل میں
 مان جائے گا اگر کچھ بھی ہے ایمان دل میں
 پھر نکلتی نہیں چھکرتی مڑگان دل میں
 دل کا ہر رنگ ہوا ڈوب کے پیکان دل میں
 بان جگہ چاہے تھوری سی مریکان دل میں
 خاک اڑانے کے لئے ہیں غم و مہل دل میں
 آنکھیں کھل جائیں کرے غور جو انسان دل میں
 منہ سے کہہ ڈالے جو کچھ ہو مری جان دل میں

لوگ کہتے ہیں محبت سے غزل کے جلیل
 یہ سخن وہ ہے کہ کہیں گے سخن دان دلیں

دفعہ ۱۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے اس کے تمام حقوق وزارت پناہ نے

مہتمم رسالہ کو محفوظ فرمائے ہیں اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔

عام سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ (لکھ)

حمید و عہدہ داران عالیہ تہ سے دس روپیہ (دع)

اُمرائے عظام و رؤسائے عالیہ تمام اپنی شان کے موافق جو قدر دانی فرمائیں

دفعہ ۲۔ مضامین بشرط پند کیٹی طبع ہونگے جو مصنفوں اعلیٰ درجہ کا ہوگا اُس کے شکر فیہ میں ایک اشرفی دی جائیگی۔

دفعہ ۳۔ اشتہارات کی چھپائی ہندو پورہ پریس ہو سکتی ہے۔

دفعہ ۴۔ نمونہ کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتا ہے۔

دفعہ ۵۔ خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیے۔

(محبوب پریس علاقہ پٹنیکاری بنام مہتمم محبوب الکلام و بدیہ آصفی)

محبوب الکلام

ایشیائی شاعری کا زندہ رکھنے والا محبوب الکلام حب الحکم و ذرا پناہ مثلاً بالقابہ و بدیہ آصفی

کے ساتھ ہوا کرتا ہے حسن کلام کے اعتبار سے یہ گلدستہ آج اپنی نظیر نہیں رکھتا علاوہ اس کے

کہ اس میں عمدہ شعر کی ہر طرح غزلین منتخب چھپتی ہیں حضرت ہنگامی احمد مدظلہ اور وزارت پناہ

کے کلام بااحف و فصاحت نغما سے اسکے صفحات اور بھی گرا بہا ہو گئے ہیں۔

یہی دور سال ہیں جنکو خاصۃً حضرت ہنگامی حالی اپنے ملاحظہ سے سرفراز فرماتے ہیں۔

قیمت سالانہ پیشگی چار

مہتمم

